معجزاتِ رسولؐ، جدید تصورات کی روشنی میں

ڈاکٹر سید محمود الحسن صاحب رضوی

موجودہ دور کا انسان شعوری و ذہنی حیثیت سے ارتقا کی جس بلند منزل تک پہنچ چکا ہے اس میں مذہبی تصورات کے بہت سے پہلو بحث کا موضوع بنے ہوئے ہیں۔ سائنس، نفسیات اور علم و دانش کے مختلف موضوعات کے مطالعہ کی وسعت نے ہر عمل کی وضاحت، اس کے اسباب وعلل اور اس کے عناصر کے وجود کے بارے میں غور وفکر کو بنیادی جگہ دے دی ہے اور جدید ذہن کسی روحانی اور عالم خاکی سے بالاتر طاقت پر اعتقاد رکھنے کے بعد بھی مذہب کے بعض تصورات پر یقین کرنے میں مشکوک نظر آتے ہیں چاہے وہ کھل کر ان سے اختلاف نہ کرسکیں۔ ''معجزہ'' بھی ایسا ہی ایک مسئلہ ہے جس کے مطالعہ کے بغیر کسی مذہب کے ارتقاء کو جاننے میں دشواری ہوگی کیونکہ اس کے ذریعہ مذہبی اشاعت کے سلسلے میں بڑے بڑے کام لئے گئے، اور اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ کسی نہ کسی شکل میں ہر مذہبی رہنما نے اسے اپنایا۔ یہاں تک کہ کسی مذہب کا وجود بغیر معجزات کے آگے نہیں بڑھ سکا۔ مذاہب کی اشاعت کے ابتدائی دور میں ہر اُس عمل پر یقین کرلیا جاتا تھا جو انسانی عقل سے باہر ہو۔ اس لئے ہر مذہب کے بانی کو کسی نہ کسی منزل پر اس کو کام میں لانا پڑا لیکن آج کل معاشرتی اور تہذیبی زندگی میں ہر عمل کی وضاحت ضروری سمجھی جانے لگی ہے، کسی عمل کی وجہ بتائے بغیر مقصد کی اشاعت کی طرف قدم نہیں بڑھایا جاسکتا اور حقیقت یہ ہے کہ آج جب کہ جدید فلسفہ کی روشنی میں مادیت زیادہ شدت سے جڑ پکڑتی جارہی ہے لوگوں کی بڑی تعداد کے ذہنوں میں یہ نظریہ مضبوطی سے جڑ پکڑتا جارہا ہے کہ مادّے سے الگ کسی غیر مادّی چیز کا وجود نہیں ہے، بہت سے لوگ شدت سے اس خیال کے مبلغ ہیں کہ انسانی زندگی کی ہر ذہنی و نفسیاتی سرگرمی بھی مادّی عمل ہی کی ایک شکل ہے جو دماغ کے ذریعہ ظہور پذیر ہوتی ہے۔ ان حالات میں جب تک ان بنیادوں کی وضاحت نہیں ہوتی جن سے یہ واضح ہوسکے کہ معجزات اپنے دور کے سماجی و معاشرتی حالات سے کتنا گہرا تعلق رکھتے تھے، اس وقت تک ان پر یقین دلانا بہت دشوار ہوگا اور اسی طرح اس سلسلے میں

ذہنی کشمکش کو دور کیا جاسکتا ہے۔

علماء اور فلاسفۂ اسلام کے لحاظ سے معجزہ اس امر عادت شکن کا نام ہے کہ جو محیرالعقول ہونے کے ساتھ کسی نبی یا امام کی جانب سے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا جائے اور جس کا انجام عام آدمی کے بس میں نہ ہو'۔ چنانچہ جدید سائنس کی بہت سی ایجادات حیرت خیز ہونے کے باوجود معجزہ کی تعریف میں نہیں آسکتیں کیونکہ ان کے آلات اور مشینی تنظیم کو سمجھنے کے بعد ہر باشعور انسان اسے بنا سکتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ جب معجزہ کے لیے عقل و دانش کی حیرت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے حیرت حقیقیہ مراد ہوتی ہے۔ اضافی حیرت تک محدود ہونا کافی نہیں ہے چونکہ یہ عمل انسانی طاقت سے باہر ہوتا ہے جو ہر دور کے انسان کے لئے اتنا ہی محیرالعقول ہوتا ہے جتنا اس وقت تھا جب کہ وہ معجزہ ظاہر کیا گیا، یہ کسی منزل پر رد نہیں کیا جاسکتا نہ کبھی کوئی دوسرا اس کو انجام دے سکتا ہے۔

رسولؐ خدا کو جس معاشرتی اور سماجی زندگی سے سابقہ پڑا اس میں ایک طرف جہالت کا دور دورہ تھا، دوسری طرف توہم پرستی اپنی بلند ترین منزل پر تھی۔ پرانے رسوم و رواج اور عقائد کی پابندیوں سے خود کو الگ کرنے کے لئے لوگ کسی منزل پر تیار نہ تھے اور انھیں چیزوں کا نتیجہ تھا کہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی گوارا نہ کرسکتے تھے۔ ان حالات میں وہ ہر اس چیز کے قائل اور مطیع ہوجاتے تھے کہ جن کے اعمال ان کی عقل وفہم سے دور ہوں۔ اطاعت کا یہ تصور اس قدیم سلسلہ کی ایک کڑی تھا جس میں مفکرین زیادہ تر نامعلوم چیزوں سے الجھتے رہے۔ انھوں نے یہ سوال کبھی نہیں اٹھایا کہ نظام فطرت میں جو کچھ ہوتا ہے وہ کیوں ہوتا ہے بلکہ داخلی توہمات کو ایک ایسے ہم آہنگ نظام میں مربوط کرلیا تھا جس میں ہر قسم کے ان ہونی اعمال کی اطاعت لازمی جز بنی ہوئی تھی۔ ساحری اور جادوگری کو اہم حیثیت حاصل تھی اور اس کا نتیجہ تھا کہ ہر دور میں پیغمبروں کو حقانیت کی تبلیغ کے لیے معجزات کا سہارا لینا پڑا۔ قوم عرب کے نئی نسل کے افراد اپنے آبائی خیالات کے ذخیروں کو کسی قیمت پر اپنے سے جدا کرنے کو تیار نہ تھے، ان کے معتقدات جو ان کے آباؤ اجداد سے چلے آئے تھے ان کو قیمتی ورثہ سمجھ کر سینوں سے لگائے بیٹھے تھے۔ بادیہ نشینوں کے اس ماحول میں خوں ریزی، قصاص طلبی، صید افگنی اس اعتقاد کا ایک اہم عنصر تھی جس میں دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے یہ تمام فرائض انجام دینا ضروری سمجھ لیا گیا تھا۔ ان حالات میں جبؐ کوئی فرد ایسی آواز بلند کرنے کی طرف قدم اٹھائے جو سارے افراد کو جھنجھوڑ کر رکھ دے تو اس کو حقانیت، الٰہی قوت اور اپنے عزم و استقلال پر اتنا بھروسہ

ہونا چاہئے کہ کسی خوف و خطر کے احساس کے بغیر اپنے مقصد کی تکمیل میں بڑھتا جائے۔ اسی عظیم مقصد کو ساتھ لے کر رسولؐ یہ طے کر کے آگے بڑھے کہ تہذیب کے زنگ آلودہ جواہرات میں نئی آب و تاب پیدا کردیں، روحانیت کی طاقت سے لوگوں کو روشناس کرائیں۔ اخلاقی قوت کے چراغ کو ہمیشہ کے لئے روشن کردیں اور جادو اور ساحری سے بھری ہوئی اس فضا میں ایسے معجزات پیش کریں جس کے سامنے اس دور تک کے تمام ساحروں کے سحر جھوٹے پڑ جائیں، عاقلوں کو حیرت ہوجائے، لوگوں کے ذہنوں پر تیرگی چھا جائے اور یہی اثرات تھے جس نے ثابت کردیا کہ اس کی رسالتؐ کا دائرہ عظمت تمام انبیائے سابقین کے دائرہ سے زیادہ وسیع ہے جس کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اسلامی تصورات کی اشاعت اور اس کی تبلیغ میں جو معجزہ سب سے زیادہ اثر انداز ہوا وہ قرآن مجید ہے، رسولؐ نے جب وحدانیت کا اعلان کیا تو اس وقت اہلِ عرب کو اپنی شاعری، زبان اور فصاحت و بلاغت پر سب سے زیادہ فخر تھا، جذبات کی مصوری، خیالات کی صفائی، مضامین کی سادگی، تشبیہات و استعارات کی نزاکت اور فرضی مرصع کاری پر ان کو ناز تھا اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی فصاحت و بلاغت آج تک اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ ان حالات میں ان کے ذہن و شعور میں انقلاب لانے کے لئے ایسی ہی زبان سے کام لیا جاسکتا تھا جس کا اظہار ان کی طاقت سے باہر ہو۔ چنانچہ رسولؐ کا سب سے بڑا معجزہ یہی تھا کہ اگر وہ اس کتاب کے ساتھ نہ آتے تو ان کے جذبۂ برتری کو دبانا مشکل تھا۔ اس دور کی سماجی زندگی کا دوسرا اہم پہلو ''شجاعت'' تھا۔ بچوں کو ابتدا سے تیر و تلوار کی مشق کرائی جاتی تھی۔ بہادری سے جان دینا یا دشمن کو میدان جنگ سے پیچھے بھگانا شہرت و مقبولیت کا بہت بڑا ذریعہ تھی۔ عورتوں تک میں مارنے مرنے کا جذبہ موجزن رہتا تھا۔ وہ لڑائی میں مقابلہ کے لئے مردوں کو اُکسا کر میدان میں بھیجتی تھیں۔، جنگ میں مردوں کے قتل ہو جانے پر فخر کرتی تھیں، میدانِ جنگ میں ہمت دلانے والے نغمے گاتی تھیں، بزدلی کے خلاف طعنے دیتی تھیں، بدلہ لینے کے لیے جوش و ولولہ ابھارتی تھیں، ان حالات میں رسول کو ایسے فرد کی ضرورت بھی تھی جو شجاعت، جوانمردی اور اپنے جنگی کارناموں سے دوسروں کو بے بس کردے۔ رسول خدا کا یہ معجزہ ہی تھا کہ انھوں نے علیؑ جیسے بہادر اور شجاع کو منتخب کر کے اپنے ساتھ لیا جن کے مقابلہ پر عرب کا کوئی فرد نہیں آسکتا تھا۔ عرب میں زبان دانی اور شجاعت کو اتنی اہمیت حاصل تھی کہ مردوں کے لیے دو چیزوں کو ضروری سمجھا گیا تھا۔ ایک

''دل'' جو دشمن کا پوری طرح مقابلہ کر سکے۔ دوسرے ''زبان'' جس کے اظہار سے دوسروں کو متاثر کر سکے۔ ایک مشہور عربی شاعر نے اسی لیے ایک شعر میں ان خیالات کا اظہار کیا کہ:

''ہر آدمی آدھا زبان ہے آدھا دل ہے، اگر یہ دو چیزیں نہیں ہیں تو وہ انسان نہیں گوشت و خون کا لوتھڑا ہے''۔

چنانچہ اسی لیے رسولؐ نے قرآن کے ساتھ علیؑ کی شخصیت کو اسلام کے لیے ضروری سمجھا جس کے اجماع نے عربوں پر بہت بڑے معجزے کا کام کیا۔ اس کے بعد نہ عربوں کو قرآن جیسا فصاحت و بلاغت کا نمونہ مل سکا نہ انہیں علیؑ جیسی شجاعت دکھائی پڑی۔ اسی لیے کسی نے لکھا ہے کہ'' قرآن کے آگے علمائے عرب کے سرخم ہو گئے اور علیؑ کے آگے شجاعان عرب سرنگوں ہو گئے، اس کی گفتار کی پکار زمانے میں ہے تو ان کی تلوار کی جھنکار سارے عالم میں گونج رہی ہے''۔ ایک نے صامت رہ کر اعجاز پیدا کیا دوسرے نے اپنے عمل اور جسمانی انداز پر چنانچہ جب رسولؐ خدا نے یہ فرمایا کہ:

''علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ''۔

تو یہ سارے عالم کے لیے ایک کھلا ہوا اعلان تھا کہ اگر اسلام کی اشاعت میں قرآن کریم کی اہمیت کا اقرار کیا جاتا ہے تو کسی منزل پر حضرت علیؑ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور جب قرآن نے ساری دنیا کو چیلنج کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ اگر کسی کو اس پر شک ہے تو وہ اس کے کسی ایک سورہ کا مقابل لے آئے تو اس نے سارے عالم کو بے بس کر کے یہ یقین دلایا کہ یہ ایسا کلام ہے جو ان کی ذہنی رسائی سے بلند اور انسانی طاقت سے باہر کی چیز ہے۔ اس طرح قرآن مجید معجزہ کا عظیم ترین نمونہ بن کر سامنے آیا لیکن عرب اس بلندی فصاحت سے شکست کھانے اور لاشعوری طور پر احساس شرمندگی کے بعد ایک ایسا نمونہ بھی چاہتے تھے جو ان کی شجاعت و بہادری کے غرور کو چکنا چور کر دے اسی جذبہ کو شکست دینے کے لیے رسولؐ کی دوربین نظر علیؑ کا انتخاب کر کے سامنے لائی جن کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ سے خود بخود ظاہر ہے کہ وہ ''نبوت کی تلوار اور ان کی رسالتؐ کے لیے ایک معجزہ ہیں''۔

حقیقت پسند اور اہل نظر افراد کے لیے یہی دو معجزات ثبوت حق کے لیے کافی تھے اور ایک بڑی تعداد اس سے متاثر ہو کر وحدانیت پر اعتقاد لے آئی لیکن عرب جہالت توہم پرستی اور فرسودہ روایات کے ماحول میں جس شدت سے جکڑے ہوئے تھے اس میں بعض ایسے محیر العقول مظاہر کی اور ضرورت تھی جو ان کے قدیم اعتقادات کو متزلزل کر دے چنانچہ رسولؐ اسلام نے بعض مواقع پر جب

ضرورت سمجھی تو ایسے معجزات پیش کیے جن کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ رسولؐ جانتے تھے کہ انھوں نے جس مقصد کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا ہے وہ اتنا مضبوط اور حقیقت آمیز ہے کہ اس کے لیے کسی ظاہرداری کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے معجزات کا ظہور ایسے ہی مواقع پر کیا گیا جہاں مخالفین کو یقین دلانے کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار باقی نہ رہ گیا تھا۔ رسولؐ نے عربوں کی انفرادی، سماجی اور اعتقادی زندگی کو بغور دیکھا تھا، ان کی ذہنیت کے تمام گوشوں اور ان کی شعوری اور غیر شعوری کمزوریوں سے واقف تھے، ان کے مزاجوں کو بدلنے، ان میں انقلاب لانے اور ان پر قابو حاصل کرنے کے لیے رسولؐ کی دانشوری نے ان تمام مراحل کو بخوبی سمجھ لیا تھا جن کے ذریعہ انھیں اپنے تکمیل مقصد کی طرف قدم بڑھانے میں مدد ملی۔ ہر منزل پر خدائی طاقت کے اظہار سے وقتی طور پر ان افراد کو خوف زدہ اور مرعوب تو کیا جا سکتا تھا لیکن سحر و جادوگری پر یقین رکھنے والی اس جماعت کی ذہنیت کو بدلنے کے لیے رسولؐ کی وسیع النظری نے یہ ضروری سمجھا کہ ان کے فرسودہ اور کھوکھلے عقائد کی معمولی بنیادوں کو بھی دلوں سے نکال دیا جائے، اسی وقت ان کو اپنے مقصد کی تکمیل میں کامیابی مل سکتی ہے چنانچہ یہ احساس ہوتے ہوئے بھی کہ وہ عظیم ترین اور کامل ترین مذہب کی تبلیغ کرنے جا رہے ہیں انھوں نے معجزات کو ہی اپنا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ محض مخصوص حالات میں ان کو پیش کرنے پر اکتفا کی۔

جناب رسالت مآب کے جو معجزات زیادہ شہرت رکھتے ہیں ان کے مطالعہ سے ایک طرف اس دور کی قوم عرب کی ذہنیت کا اندازہ ہوتا ہے دوسری طرف رسولؐ کی اس عظمت اور وسیع النظری کا جس نے ان کے دلوں کو فتح کرنے کے لیے کسی جبر و طاقت کا استعمال کرنے کے بجائے ہمدردی، محبت، ایثار اور خلوص کو مقدم ٹھہرایا۔ ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ قریش کا ایک گروہ رسولؐ خدا کے پاس آیا اور کہا کہ ہم ایک بات کہیں اگر آپ اس کو کر دکھلائیں گے تو ہم آپ کو نبی مان لیں گے۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپ اس پورے درخت کو اپنے سامنے بلا لیجیے، رسولؐ کو یہ احساس تھا کہ اس کے باوجود وہ لوگ نیکی کی طرف راغب نہیں ہوں گے لیکن یہ کہہ کر کہ ''اے درخت اگر تو خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور تجھ کو یقین ہے کہ میں خدا کا رسولؐ ہوں تو زمین سے اپنی جڑوں سمیت الگ ہو کر میرے سامنے آ کر کھڑا ہو جا''۔ اُس وقت درخت کو اپنے قریب بلا لیا اور یہ ظاہر کر دیا کہ درختوں میں بھی خدا کی وحدانیت اور رسولؐ کی عظمت کا کتنا احساس ہے۔ محض اسی بات پر اکتفا

نہیں کی بلکہ ان لوگوں نے کہا کہ اس درخت کے دو ٹکڑے کر دیجئے۔ رسولؐ کے حکم سے وہ دو حصوں میں بٹ گیا، پھر ایک حصہ وہیں قائم رہا۔ دوسرا نصف حصہ اپنی جگہ پر واپس کر دیا۔ بعد میں دوسرے حصے کو بھی حکم دے کر دوبارہ مل جانے کو کہا اور اس طرح وہ درخت پھر مکمل شکل میں نظر آنے لگا۔

اسی طرح ایک دوسرے معجزے میں یہ ظاہر کیا کہ ایک عرب شکاری ایک جنگلی گوہ کو پکڑ کر رسولؐ کے سامنے لایا اور کہنے لگا کہ اگر یہ جانور آپ کی رسالت کی گواہی دیدے تو میں ایمان لے آؤں گا۔ رسولؐ خدا نے اس جانور کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ تو کس خدا کی عبادت کرتا ہے۔ گوہ نے جواب دیا: اس خدا کی، آسمان پر جس کا عرش ہے، زمین پر جس کی حکومت ہے، جنت میں جس کی رحمت ہے اور جہنم میں جس کا عذاب ہے، رسولؐ خدا نے فرمایا کہ بتا میں کون ہوں؟ اس نے جواب دیا کہ ''آپ خدا کے رسولؐ اور خاتم الانبیاء ہیں۔ جس نے آپ کی تصدیق کی اس نے فلاح پائی اور جس نے انکار کیا وہ تباہ ہوا''۔

محض یہی نہیں کہ رسولؐ خدا کے حکم دینے کے بعد حیوانات، جمادات اور نباتات نے آپ کی عظمت کا اقرار کیا بلکہ بہت سے ایسے مواقع بھی نظر آتے ہیں جہاں ان عناصر نے خود بخود خدا کی وحدانیت اور رسولؐ کی نبوت کا اقرار کیا۔ جب حضرت علیؑ ایک مرتبہ یمن تشریف لے گئے ایک بڑا مجمع شہر سے باہر آن کر ان کو دیکھنے آیا تو حضرت علیؑ نے وہاں کے حجر و مدر کو بہ آواز بلند رسولؐ کا سلام پہونچایا۔ اس کے جواب میں پتھروں اور سنگریزوں سے آواز آئی۔ یہ دیکھ کر اہل یمن ایمان لائے۔ اسی طرح ایک مرتبہ رسولؐ اللہ نے حضرت علیؑ سے ایک مٹھی سنگریزے لئے جب اسے ہاتھ میں لیا تو اس سے خدا کی وحدانیت اور رسول کی حقانیت کی آواز آئی۔ رسولؐ کی عظمت اور ان سے عقیدت کا اظہار نباتات و جمادات کے ذریعہ بعض جگہوں پر ایسی مستقل شکل میں ظاہر ہوا کہ ان کے اثرات خاندان نبوت اور اہل بیتؑ کی ہر خوشی و غم کے موقع پر ظاہر ہوتے رہے۔ جب رسولؐ خدا نے ایک مرتبہ کسی جھاڑی میں کلّی کر دی تو وہ سرسبز و شاداب ہو کر روشن ہو گئی۔ اس سے ایک درخت میں ایسے پھل لگ گئے جو خوشبو میں عطر اور ذائقہ میں شہد کے برابر تھا۔ ان پھلوں میں ایسی تاثیر پیدا ہو گئی کہ شدید سے شدید پیاس و بھوک فوراً مٹ جاتی تھی، بیمار اسے کھا کر شفا پاتے تھے۔ درخت کے یہ اثرات اس وقت تک قایم رہے جب تک رسولؐ خدا زندہ تھے لیکن ذات رسولؐ سے اس کی عقیدت کا پتہ اس طرح چلتا ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اس میں خزاں کے آثار شروع ہو گئے، پھلوں

اور پھولوں میں کمی آنے لگی۔ شہادت حضرت علیؑ کے بعد وہ خشک ہو کر محض تنے کی شکل میں باقی رہ گیا اور لوگوں نے ایک دن یہ بھی دیکھا کہ اس تنے سے خون ابل رہا ہے، یہ یوم عاشورہ تھا جس دن امام حسینؑ اور اصحاب نے شہادت پائی اور اس طرح اس درخت نے خاندان رسولؐ کی بہار وخزاں کے ہر دور کی گواہی دے کر عوام کو یہ احساس دلایا کہ اس خاندان سے گہری وابستگی ہی زندگی کی نشاندہی ہے۔

قارئین نے معجزۂ شق القمر، معجزۂ روشمس اور اسی طرح کے بہت سے مشہور معجزات کی اہمیت کے ہر پہلو کا بغور مطالعہ کر لیا ہوگا جس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے البتہ ان سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ رسولؐ کو آفاق و کائنات کی تمام اشیاء کے حرکات وسکنات پر جس قدر قدرت حاصل تھی وہ ان کی عظمت کی گواہی و ثبوت کے بہت بڑے نمونے ہیں جس نے آج کی ترقی یافتہ ذہنوں کو بھی حیرت زدہ کر کے بے قابو و بے بس بنا دیا ہے۔

رسولؐ اسلام نے جس طرح مذہب اسلام کے اصولوں کے اعلان سے مذہبی، تہذیبی اور ذہنی ارتقا کی بلند ترین شکل پیش کر دی۔ اسی طرح ''شب معراج'' جب اس بلندی پر پہونچے جہاں جبرئیل کے قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے تو اس وقت انسانی ذہنوں کی بلند ترین منزل بھی ختم ہوگئی۔ قرآن مجید کا یہ ارشاد کہ ''پاک ہے وہ ذات جو لے گئی بندہ کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک'' اگر ایک طرف الٰہی طاقت کی بلندی کا احساس دلاتا ہے تو دوسری طرف اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ ہر دور کے انسانوں کو رسولؐ کی شخصیت کی عظمت، رفعت و بلندی اور ان کی قربت خداوندی کا اقرار کئے بغیر نہ بن پڑے۔ مختلف جنگوں کے دوران یا دشمن سے مقابلہ کے ہر موقع پر بھی ایسے بہت سے معجزات رونما ہوئے جس نے مخالفین کے دلوں میں رسولؐ خدا کی تعلیمات کو پیوست کر دیا اور وہی ان کی نبوت کے ثبوت کے لیے بہت کافی تھے۔ مثلاً جنگ خیبر میں ۱۴ ہزار مسلح یہودیوں کے دلوں میں قلیل التعداد نہتے مسلمانوں کا خوف و رعب طاری ہو جانا، خیبر سے واپسی پر گہرے پانی سے سارے لشکر کا ایسے گزر جانا کہ جانوروں تک کا پیر نم نہ ہوا۔ دشمنوں کی اس سازش کا پتہ دے دینا کہ انہوں نے کھانے میں زہر ملا دیا ہے۔ یہ تمام ایسی طاقت کا مظہر ہے جس کی عظمت سے آج تک کا کوئی بشر انکار نہیں کر سکا۔

یہاں اُن تمام معجزات اور محیر العقول کارناموں کا ذکر کرنا مقصود نہیں ہے جو رسولؐ اسلام کی زندگی میں ظاہر ہوئے نہ ان کو بیان کرنا ممکن ہے۔ ان کی روزانہ زندگی کے معجزات سے ہر ذی علم واقف ہے مثلاً آپ کی پیدائش کے موقع پر ایوان کسریٰ کے کنگروں کا گرنا۔ بحیرۂ سادہ کا خشک ہو جانا، ایران

کے آتش کدہ کا خاموش ہوجانا، آسمان پر شہاب ثاقب کا نمودار ہونا۔ اس طرح نظام قدرت میں حیرت خیز تبدیلیاں اس چیز کا پیش خیمہ تھیں کہ حیات وکائنات کے نظام میں کوئی بڑی تبدیلی اور کسی بڑے ثقافتی انقلاب کی بنیاد پڑنے والی ہے ۔ اس کے بعد جب لوگوں نے یہ دیکھا کہ رسولؐ مقبول کے سر پر ہر جگہ ابر سایہ کیے رہتا ہے، دلدل اور نم زمینوں پر بھی ان کے قدموں کے نشانات نہیں بنتے ہیں۔ اس کے برخلاف سخت پتھروں پر نشان قدم نمودار ہو جاتے ہیں تو اس دور کے افراد کے لئے یہ کہہ دینا آسان نہیں رہ گیا کہ یہ سب جادوگری اور ساحری ہے اور انہیں ان تعلیمات کی خوبیوں کا اقرار کرنا پڑا رسولؐ مقبول جن کو لے کر آگے بڑھے تھے اور جس نے ہر شعبۂ حیات میں وحدانیت کا جادو پھونک دیا۔

آج نسل انسانی اپنے ذہنی ارتقاء کی بلند منزلوں کی طرف قدم بڑھا رہی ہے، سائنس کے کرشمے زندگی کے بہت سے پیچیدہ اور دبے ہوئے عناصر کی گتھیوں کو سلجھانے کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں، آج انسان آفاق کے ہر عنصر پر اپنے ذہن کے ذریعہ قابو پاتا جا رہا ہے۔ ان حالات میں ایک طرف روحانی طاقت کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹتی جا رہی ہے دوسری طرف جنگ کے خوفناک اور بھیانک بادلوں کی گونج سے ساری انسانیت امن کی آواز بلند کر رہی ہے۔ اس منزل پر اسلامی دانشوروں کے سامنے یہ مسئلہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے کہ وہ ایک طرف اسلام کی عظمت اور اس کے حصول کی اشاعت کے ذریعہ امنِ عالم کی تحریکوں کو مضبوط بنائیں دوسری طرف اپنے عقائد کی تبلیغ کے لیے لوگوں کے دلوں سے یہ شکوک دور کریں کہ جدید سائنسی ایجادات کے بعد اسلامی معجزات میں کسی قسم کی کمتری کا احساس پیدا ہوجاتا ہے۔

رسولؐ اسلام نے جن معجزات کو پیش کیا وہ آج بھی انسانی دنیا کو حیرت زدہ کیے ہوئے ہیں اور کسی دور میں بھی وہاں تک ان کے ذہنوں کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ اسلامی عقائد اور جدید سائنسی ترقی میں کبھی تضاد نہیں تھا نہ کبھی ہوگا۔ سائنس داں ہر بلند منزل تک پہونچنے کے بعد بھی اس منزل تک نہیں پہونچ سکتے جن کا تعلق الٰہی قوت سے ہے۔ انسان بہت سی چیزوں میں آج بھی روحانی عظمت کا قائل ہے اور ہمیشہ اس کے آگے سرِ تسلیم خم کرتا رہے گا اور رسولؐ کے معجزات کا جاننا اسی لئے ہر منزل پر ضروری ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انسان کے ذہنی کارنامے الٰہی قوت ہی کا عطیہ ہیں اور اس کے مقابلہ میں ہمیشہ بے بس و مجبور رہیں گے۔